REVIEW OF RESEARCH
ISSN: 2249-894X
IMPACT FACTOR : 5.7631(UIF)
VOLUME - 14 | ISSUE - 6 | MARCH - 2025

فارسی ادب میں شبلی نعمانی کی خدمات

مقالہ نگار : ڈاکٹر سمیہ باغبان۔
(اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اُردو، پنیہ شلوک اہلیہ دیوی ہولکر سولاپور یونیورسٹی سولاپور)

علامہ شبلی نعمانی (1857–1914) برصغیر کی علمی و ادبی تاریخ میں ایک متنوع شخصیت کے طور پر پہچانے جاتے ہیں۔وہ جہاں ایک طرف اسلامی تاریخ کے غیر معمولی مورخ، مفکر اور سوانح نگار ہیں، وہیں دوسری طرف ان کی طبیعت میں فطری طور پر شاعرانہ ذوق بھی شامل تھا۔ شبلی کی شعری افتادِ طبع نے نوجوانی ہی سے اظہار پانا شروع کیا۔ آغاز میں وہ "تسنیم" تخلص کرتے تھے، تاہم بعد میں اسے ترک کر دیا۔

شبلی کی فارسی شاعری:

شبلی نعمانی کی فارسی شاعری ایک طرف روایتی کلاسیکی اسلوب سے جڑی ہوئی ہے تو دوسری طرف ان کے داخلی و خارجی تجربات کا آئینہ دار بھی ہے۔ ان کے ابتدائی اشعار میں فکری معصومیت، روحانیت اور سادگی کا عنصر غالب ہے، جبکہ بعد کی شاعری میں جذباتی کشمکش، رندانہ انداز اور زندگی سے مایوسی کے اثرات واضح ہو جاتے ہیں۔

ان کی ایک ابتدائی فارسی غزل:

آں خسرو و عرش آستاں، آں داور گیتی ستاں
آں قبلہ گاہ انس و جاں، آں خاتم پیغمبراں

اس غزل میں مدحیہ رنگ غالب ہے اور رسولِ اکرم ﷺ سے والہانہ عقیدت کا اظہار واضح طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے۔ شبلی کی فارسی شاعری کے مختلف مجموعے ان کی حیات میں مختلف ناموں سے شائع ہوئے، جن میں "دستۂ گل" "بوئے گل" اور "برگ گل" شامل ہیں۔ بعد ازاں ان تمام کو "کلیاتِ شبلی" کے عنوان سے معارف پریس، اعظم گڑھ نے یکجا کیا۔ شبلی نے شعر العجم میں فارسی شاعری کا جائزہ لیا ہے وہ ناقابلِ موازنہ ہے۔ اسی لیے یہ اکثر کہا جاتا ہے کہ شعر العجم شبلی کا بہترین ادبی کارنامہ ہے۔ اردو میں لکھی گئی فارسی شاعری کی تاریخ، شعر العجم کی پانچ جلدیں ہیں۔

ابتدائی اشاعتوں کے مطابق شبلی نے شعر العجم پر ۱۳۲۴ھ بہ مطابق ۱۹۰۶ تا ۱۹۰۷ میں کام شروع کیا اور ۱۳۲۵ھ بہ مطابق ۱۹۰۷ تا ۱۹۰۸ میں یہ ہدف پورا کیا۔ پانچ جلدوں کو مد نظر رکھتے ہوئے جس میں ۱۴۰۰ صفحات شامل ہوں، جہاں بہترین جسمانی اور ذہنی قوت درکار ہو، جو تاریخی حقائق پر مبنی ہو اور جو فارسی شاعری کا نمائندہ کلام منظر عام پر لانے کے لیے ادبی حوالوں اور اقتباسات سے مزین ہو، یہ خاصی متاثر کن رفتار تھی۔

شبلی کی شاعری کا اسلوب نہ صرف ان کی فکری و نفسیاتی کیفیات کا آئینہ دار ہے بلکہ ان کی شخصیت کی تہوں کو بھی بے نقاب کرتا ہے۔ ابتدا میں ان کی شاعری میں ایک مذہبی مصلح کی جھلک نمایاں ہوتی ہے، لیکن جلد ہی ایک ایسا موڑ آتا ہے جہاں ان کی فکری روش میں نمایاں تبدیلی محسوس کی جاسکتی ہے۔

مثلاً ایک شعر میں وہ کہتے ہیں:

بامئے و بادہ بہ پیرانہ سرم کار افتاد

وازاں تقویٰ سی سالہ کہ نقصان کردم

یہ اشعار ان کی اندرونی کشمکش، نفسیاتی اضطراب اور دنیاوی تقاضوں سے الجھنے کی علامت ہیں۔

شبلی کی فکر میں جو غیر متوقع تبدیلی رونما ہوئی، وہ محض شخصی یا وقتی نہیں تھی بلکہ اس کے پیچھے کئی عوامل کارفرما تھے۔ شبلی پر ہونے والی نکتہ چینی، دینی خدمات کی قدر ناشاسی، اور معاشرتی تنقیدات نے ان کے مزاج پر گہرا اثر ڈالا۔ یہی وجوہات تھیں جنہوں نے ان کے فکری و شعری رجحانات کو بدل کر رکھ دیا۔ انہوں نے خود اعتراف کیا:

ہشت چہل سالہ کی بیہودہ نگہ داشتم اش

گر نہ بر سنگ زنم شیشۂ تقویٰ چہ کنم

یہ اشعار اُن کی ذہنی بیزاری اور تصوف و زہد سے دوری کا اظہار ہیں۔

دستہ گل": شبلی کی فکری شوخی اور جمالیاتی شعور:

شبلی کے فارسی مجموعہ "دستۂ گل" میں وہ تمام غزلیں شامل ہیں جو انہوں نے اپنے ممبئی قیام (1906–1908) کے دوران کہیں۔ یہ شاعری رومانوی رنگ، جمالیاتی لطف، اور فکری نرمی کا حسین امتزاج ہے۔ ممبئی کے ساحل، رنگین شامیں، اور وہاں کا جمالیاتی ماحول ان کے اشعار میں جلوہ گر ہے:

نثارِ بمبئی کن ہر متاعِ کہنہ و نور را

طرازِ مسندِ جمشید و فرِ تاجِ خسرو را

یہ اشعار حافظ شیرازی کے تتبع میں کہے گئے ہیں اور ان میں رندانہ شوخی، تغزل اور فکری سبک خرامی نمایاں ہے۔ شبلی نعمانی کی فارسی شاعری ان کے دلی کیفیات، فکری ارتقاء اور داخلی بحران کا نہایت حساس بیانیہ ہے۔ ان کی شاعری میں جہاں مذہبی وابستگی، عشقِ رسولؐ، اور اسلامی اقدار کی پاسداری نظر آتی ہے، وہیں ایک لمحہ ایسا بھی آتا ہے جب وہ ان سب سے دامن بچاتے ہوئے، جمالیات، رندی، اور دنیاوی شعور کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ ان کی شاعری اس امر کی شاہد ہے کہ ایک انسان بیک وقت مصلح، عاشق، درویش، اور رند ہو سکتا ہے۔ یہی تضاد ان کے فن کو انفرادیت عطا کرتا ہے۔

شبلی نعمانی کا تنقیدی شعور اور جمالیاتی رویہ :

شبلی نعمانی کی تنقیدی بصیرت میں جہاں ایک طرف اجتماعی اور عمرانی عوامل کارفرما نظر آتے ہیں، وہیں دوسری جانب ان کی تنقید میں ایک واضح جمالیاتی اور تاثراتی رجحان بھی غالب ہے۔ گویا شبلی کا تنقیدی مزاج محض عقلی یا مروجہ اصولوں پر مبنی نہ تھا، بلکہ ان کے ہاں فن پارے کے اندرونی حسن اور اس کے اثرات کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ شبلی کے نزدیک شاعری تمام فنونِ لطیفہ میں نمایاں مقام رکھتی ہے۔ ان کے مطابق موسیقی، مصوری، اور دیگر لطیف فنون بلاشبہ تاثر میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، لیکن شاعری کی اثر انگیزی نہ صرف وسیع تر ہے بلکہ زیادہ گہرائی لیے ہوئے بھی ہے۔ وہ شاعری کی فنی خوبیوں کو "محاکات" کے زاویے سے دیکھتے ہیں اور اس کی تعریف کچھ یوں کرتے ہیں:

"محاکات کے معنیٰ کسی چیز یا کسی حالت کا اس طرح ادا کرنا ہے کہ اس شے کی تصویر آنکھوں میں پھر جائے۔"

شبلی محاکات کو صرف بیان کرنے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اس کے اجزائے ترکیبی اور محاکاتی کیفیت پیدا کرنے والے عناصر جیسے تخیل، جدت ادا، اور الفاظ کی ساخت و تاثیر پر تفصیلی گفتگو کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک "لفظ" محض ایک ظاہری قالب نہیں بلکہ مضمون کی روح کے اظہار کا مؤثر ذریعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اس مسئلے پر اہلِ فن کے دو مکاتبِ فکر کا تذکرہ کرتے ہیں۔ ایک وہ جو معنی کو فوقیت دیتا ہے، اور دوسرا وہ جو لفظ کو۔ شبلی کی رائے اس ضمن میں یوں سامنے آتی ہے کہ:

"الفاظ متعدد قسم کے ہوتے ہیں، بعض نازک، لطیف، شستہ، صاف، رواں اور شیریں اور بعض پر شوکت، متین، بلند عشق اور محبت انسان کے لطیف اور نازک جذبات ہیں، اس لیے ان کے ادا کرنے کے لیے لفظ بھی اسی قسم کے ہونے چاہئیں۔"

ان کی رائے میں فصیح، مانوس، اور سادہ الفاظ قاری پر گہرا اثر چھوڑتے ہیں۔ شبلی کی ایک مثال نہایت دلچسپ ہے جس میں وہ "آبِ زم زم" کو ایک مقدس مضمون قرار دے کر لفظ کو اس کا پیالہ گردانتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر یہی مقدس پانی کسی گندے برتن میں پیش کیا جائے تو پانی کی پاکیزگی کے باوجود دل پر اثر منفی ہوگا۔ اس مثال کے ذریعے وہ یہ استدلال پیش کرتے ہیں کہ خیالات کی بلاغت کو نمایاں کرنے کے لیے الفاظ کی خوب صورتی لازمی ہے۔

شبلی نے اردو شاعری کی کلاسیکی اصناف پر گہری نظر ڈالی اور ان کی فنی جہات کا تنقیدی تجزیہ کیا۔ ان کا رویہ اگرچہ تاثراتی اور جمالیاتی تھا، لیکن وہ فنی محاسن اور صنعتوں کے حوالے سے بھی گہری بصیرت رکھتے تھے۔ ان کی مشہور تصنیف موازنۂ انیس و دبیر اس کی روشن مثال ہے، جس میں انھوں نے مرثیہ نگاری کے فنی پہلوؤں کو جس دقت اور سلیقے سے بیان کیا ہے، وہ آج بھی تنقیدی ادب میں مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔

آخر میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اردو تنقید کے ارتقائی سفر میں شبلی نعمانی اور حالی جیسے اکابر نے نظریاتی بنیادیں فراہم کیں۔ ان کی بدولت اردو تنقید نے فقط تقلیدی دائرے سے نکل کر ایک تحقیقی اور سائنسی زاویہ اختیار کیا، اور فن پارے کی گہرائی میں جھانکنے کا چلن عام ہوا۔

شبلی کی شخصیت جہاں ایک بلند پایہ عالمِ دین، مصلحِ قوم اور مؤرخ کی حیثیت رکھتی ہے، وہیں وہ ایک قادرالکلام شاعر بھی تھے۔ ان کی فارسی شاعری محض جذباتی اظہار نہیں بلکہ ان کی فکری، روحانی اور سماجی کیفیات کا گہرا مظہر ہے۔

ان کے کلام میں تصوف، حسن و عشق، دینی الجھنیں، اور انفرادی کشمکش کا حسین امتزاج نظر آتا ہے۔ ان کے فارسی مجموعہ کلام "دستۂ گل"، "بوئے گل" اور "برگ گل" ان کی شاعرانہ عظمت کے مظہر ہیں۔

☆☆☆

حوالہ جات :

"تاریخ ادب فارسی" ۔ذبیح اللہ

حیات شبلی۔ مولانا سید سلیمان ندوی

شعر العجم۔ شبلی نعمانی

جہان شبلی۔ ڈاکٹر صفیہ بی

Dr. Sumayya Nazir Ahmed Bagban
Assistant Professor In Urdu, Department of Urdu, School of Languages & Literature, Punyashlok Ahilyadevi Holkar Solapur University Solapur.